عالمِ تکوین میں سب سے نمایاں آدمی
(جاوداں)

پروفیسر حسنین مہدی، سید

۱

عالمِ تکوین میں سب سے نمایاں آدمی ماہِ تاباں آدمی ، مہرِ درخشاں آدمی
گل رُخ و گلگوں قبا و گل بداماں آدمی احسنِ مخلوق ، خونِ ہر رگِ جاں آدمی
خسروِ دربارِ ہستی روحِ پیکارِ حیات
سارا عالم اس کا لشکر ، ہے یہ سالارِ حیات

۲

آدمی مسند نشینِ جلوہ گاہِ ہست و بود اس کی خوشبو سے معطر صحنِ گلزارِ شہود
خوش خرام ایسا کہ بادِ صبح مصروفِ درود اس کے پیکر میں جمالِ فکرِ خالق کی نمود
شاہکار ایسا کہ خود پر ذوقِ خلاقی کو ناز
یہ وہ صہبا ہے کہ جس پر جام کو، ساقی کو ناز

۳

دلکش و دلدار و دل آویز و دل آرام ہے بہرِ خوبانِ جہاں اللہ کا انعام ہے
حسنِ الفاظ و معانی کا چھلکتا جام ہے غالب و جوش و انیس و حافظ و خیام ہے
لیلیٰ افکار کے سانسوں کی خوشبو آدمی
ابن سیناؔ و فلاطون و ارسطو آدمی

۔۴۔

قصۂ تخلیق آدم کا بہ عنوانِ جلی آدمی نقاش، شاعر، فلسفی، مُصلح، نبی
مُطرب و صورت گر و خطاط و صوفی و ولی آدمی گاہے علیؑ گاہے حسینؑ ابن علیؑ
تاجدار و شہسوار و تیغ زن ہے آدمی
فاتحِ کرب و بلا، خیبر شکن ہے آدمی

۔۵۔

آدمی روئے زمیں پر نائبِ ربِ علا چشمۂ آبِ بقاء و منبعِ جود و سخا
انتہائے علم و دانش، مخزنِ صدق و صفا آدمؑ و نوحؑ و براہیمؑ و محمد مصطفےٰؐ
خاتمِ کونین کا روشن نگیں ہے آدمی
حق تو یہ ہے رحمت اللعالمیں ہے آدمی

۔۶۔

آدمی مجموعۂ اضداد ہے ہر رنگ میں خنجر و شمشیر میں، عود و رباب و چنگ میں
آدمی کی گونج ہے ہر صوت، ہر آہنگ میں آدمی کا ہاتھ ہے ہر صلح میں، ہر جنگ میں
ہے امینِ وحیِ حق، محمود و احمدؐ آدمی
اور، کبھی جہل و فساد و ظلمِ بے حد آدمی

۔۷۔

حبِ دولت، حبِ شہرت اور ہوائے اقتدار آدمی سے چھین لیتے ہیں جمالِ روئے یار
پھر یہ بدرو، بدنظر، بدبخت، بدخو، بدشعار چوس لیتا ہے رگِ ہستی سے خونِ مشکبار
ہاں یہ سچ ہے، آدمی عالم بھی ہے، عادل بھی ہے
آدمی ہی ظالم و جابر بھی ہے، قاتل بھی ہے

۔۸۔

مفتیِ دربارِ شاہی، فتنہ پرداز و پلید ابرِ آتش بار بہرِ گلشنِ امن و امید
خلعتوں کی پوٹ سر پر، ہاتھ میں زر کی کلید جس کے فتووں پر پلے تھے ہر زمانے کے یزید
دشمنِ اقدار، دہشت گرد، ڈاکو آدمی
سیزر و ہٹلر، ہنی بال و ہلاکو آدمی

۹

حق و باطل میں ازل سے معرکہ ہوتا رہا امتحانِ بندگانِ با وفا ہوتا رہا
لشکروں سے مردِ حق زور آزما ہوتا رہا عبدِ صالح کشتۂ راہِ خدا ہوتا رہا
ہادیانِ راہِ حق کو این و آں کی فکر کیا
جان ہی اپنی نہ ہو تو حفظِ جاں کی فکر کیا [۱]

۱۰

ہاتھ میں شمشیرِ براں ہو کہ ہوں لوح و قلم [۲] ہر ادا سے عظمتِ انساں کرتے ہیں رقم
لفظ کی حرمت کا رکھتے ہیں سدا اونچا علم ان کے دم سے مقصدِ تخلیق آدم کا بھرم
بس نہیں چلتا ہے ان پر مفتیانِ دہر کا
ہنس کے ہر سقراط پی لیتا ہے پیالہ زہر کا

۱۱

جو کفن بردوش ہوں خود ان سے کتراتی ہے موت سرفروشوں کے رجز سن کے تھراتی ہے موت
یا علی کہہ کر جو وہ جھپٹیں تو مر جاتی ہے موت زندگی عاشق ہو جن کی ان کو کب آتی ہے موت
شاہراہِ 'کن' پہ باصد کرّوفر جاتے ہیں وہ
موت کی منزل سے بھی زندہ گزر جاتے ہیں وہ [۳]

۱۲

زیست کے اندیشۂ سود و زیاں سے دور ہیں روبرو ان کے سلاطینِ جہاں مجبور ہیں
رونقِ باغِ جہاں میں یہ وہ رشکِ حور ہیں اپنے اپنے وقت کے یہ سرمد و منصور ہیں
ان کے دم سے ضوفشاں تاریخ کا ہر دور ہے
ہاں مگر شانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کچھ اور ہے

۱۳

روح کے ہر درد کا درماں حسینؑ ابنِ علیؑ شہسوارِ لشکرِ امکاں حسینؑ ابنِ علیؑ
حق اُفق اور نیرِ تاباں ، حسینؑ ابنِ علیؑ انبیاء جاں اور جانِ جاں ، حسینؑ ابنِ علیؑ
بینِ مرگ و زیست تابعِ مرضیِ رب کا حسینؑ
آپ کا اُن کا ، ہمارا ، الغرض سب کا حسینؑ

۱۔ البقرہ، ۲۰۷ ۲۔ ضربتہ" علی یوم الخندق افضل من عبادت الثقلین (الحدیث) ۳۔ البقرہ، ۱۵۴

۱۴

بندہ و معبود میں ربطِ شناسائی حسینؑ منبر ومحراب کی معراجِ گویائی حسینؑ
ہر سکتے عہد کا ذوقِ مسیحائی حسینؑ تا ابد جو معتبر ہے، ہے وہ سچائی حسینؑ
جس کے قدموں میں طریقِ ممکناتِ جاوداں
منسلک جسکی شہادت سے حیاتِ جاوداں [1]

۱۵

فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا، نبیؐ کے دل کا چین وارثِ میراثِ فقرِ فاتحِ بدر و حنین
صلح جوئی کی علامت، صابر و شاکر حسینؑ بطلِ میدانِ شجاعت، حریت کی زیب و زین
پرچمِ صدق و صفا ہر عہد میں کھولا ہوا
نطق جس کا عدل کی میزان پر تولا ہوا

۱۶

تھی بہشتِ آرزو جسکے لیے عزت کی موت جسکے سجدے نے رقم کردی یزیدیت کی موت
زعمِ باطل کے لیے ناکامی و حسرت کی موت حاشیے میں ظلم کے تحریر ہے 'ذلت کی موت'
چار سو جس کی بصیرت کا دیا روشن رہا
ذہنِ انسانی میں جس کا نقشِ پا روشن رہا

۱۷

پھر سنِ ہجری کا وہ ماہِ معظم آ گیا پھر محرم لے کے آہ و اشک و ماتم آ گیا
عشرۂ بیداریٔ اقوامِ عالم آ گیا قریۂ جاں میں خود آگاہی کا موسم آ گیا
لذتِ غم اور تہذیبِ عزا قائم رہے
احترامِ آدمیت کی فضا قائم رہے

۱۸

احترامِ آدمی شبیرؑ کا پیغام ہے احترامِ آدمی آغازِ خوش انجام ہے
احترامِ آدمی تہذیب کا انعام ہے محترم ہے آدمی باقی خدا کا نام ہے
مقصدِ تخلیق کا سِر نہاں ہے آدمی
جاوداں ہے آدمیت جاوداں ہے آدمی

---

[1] : آل عمران، ۱۶۹

۱۹

آدمی ہر دور میں شیطان سے لڑتا رہا دولت و طاقت کے ہر طوفان سے لڑتا رہا
آدمی کی شکل کے حیوان سے لڑتا رہا یعنی ہر فرعون ، ہر ہامان سے لڑتا رہا
توڑ ڈالا حُرمتِ انسان پر اُٹھا جو ہاتھ
برق بن کر خرمنِ جمہور پر لپکا جو ہاتھ

۲۰

ہاتھ کا آغاز ہر انجام نیک و بد میں ہے عالمِ فانی کی ہر شے ہاتھ کی سرحد میں ہے
گردشِ ایام وماہ وسال اس کی زد میں ہے سینۂ ہستی کی دھڑکن اس کے جزر و مد میں ہے
کاتبِ ہر لحجۂ تہذیبِ انسانی ہے ہاتھ
جنبشِ نوکِ قلم کا نورِ پیشانی ہے ہاتھ

۲۱

ہاتھ عقدے کھولتا ہے ثابت و سیار کے ہاتھ موتی رولتا ہے قلزمِ ذخار کے
ہاتھ پودے سینچتا ہے فکر کے گلزار کے ہاتھ آنسو پونچھتا ہے وقت کے رخسار کے
ہاتھ موتی ٹانکتا ہے گیسوئے خم دار میں
ہاتھ مستی گھول دیتا ہے خرامِ یار میں

۲۲

ناخنِ تدبیر کو جب کام میں لاتا ہے ہاتھ بحر و دشت و کوہ کو زیرِ نگیں پاتا ہے ہاتھ
چیر کر بطنِ زمیں فصلیں اگلواتا ہے ہاتھ صاحبِ سیف و قلم ہے، جگ کا ان داتا ہے ہاتھ
سورما کے ہاتھ ہی کو افسرِ شاہی ملا
ہاتھ کو خالق سے انعامِ ید اللّٰہی ملا

۲۳

طالبِ بیعت ہوا جب دشمنِ جمہور ہاتھ بندۂ لات وہبل ، ملعون اور مقہور ہاتھ
صیدِ نخوت ، مضمحل ، مفلوج اور مجبور ہاتھ اس سے ٹکرایا حسینی عزم کا بھرپور ہاتھ
آج بھی عالم میں رمزِ حق پرستی ہے حسینؑ
زندگی کو عشق ہے جس سے وہ ہستی ہے حسینؑ

۲۴

رایتِ عزّو شرف ، ابرِ کرم لے کر بڑھا علم و حکمت کے دبستاں میں قلم لے کر بڑھا
زغۂ اعدا میں شمشیرِ دودم لے کر بڑھا آدمی کی ہر ادائے محترم لے کر بڑھا
امرِ رب کا یا حسینؑ کربلا کا ہاتھ تھا
وہ علیؑ کا ہاتھ تھا یا مصطفےٰؐ کا ہاتھ تھا

۲۵

بالتواتر لکھ رہے ہیں راویانِ مستند وارثینِ دشمنانِ دینِ اللہ الصمد
جنکے دل میں موجزن تھی آتشِ بغض و حسد کر رہے تھے بے دھڑک احکامِ قرآنی کو رد
انہدامِ منبرِ رشد و ہدایت کے لیے
جمع تھے اشرار توہینِ رسالت کے لیے

۲۶

اک طرف فاسق کا بیعت کے لیے اصرار تھا اور اک جانب فقط انکار ہی انکار تھا
ایک جانب گرم ظلم و جور کا بازار تھا اک طرف اک شہسوارِ مرحمت آثار تھا
ایک جانب 'خبثِ کُل' پروردۂ لات و منات
اک طرف ابنِ علیؑ سا بندۂ مولا صفات

۲۷

کربلا کے سورما ، وہ جاں نثارانِ حسینؑ ناز بردارانِ عزمِ فاتحِ بدر و حنین
انبیاء و اولیا و اوصیا کے نورِ عین بندگانِ خاص ربِ مشرقین و مغربین
خوش ادا و خوش خصال و خوش نہاد و نیک تھے
تھے بہتر دیکھنے میں ، حوصلے میں ایک تھے

۲۸

حمزہ و جعفر کے تیور ، شیرِ یزداں کا وقار سب کے سر پر سایہ افگن رحمتِ پروردگار
ہاتھ میں سختی سے تھامے تھے زمامِ روزگار ہر نظر خیبر شکن اور ہر رجز مرحب شکار
ایک جذبہ ، اک ہدف ، اک شوق ، اک احساس تھا
گو بظاہر کوئی اصغرؑ تھا کوئی عباسؑ تھا

۲۹

ایک جذبہ سید والا کی نصرت کے لیے ۔ اک ہدف دینِ خدا کی حاکمیت کے لیے
شوقِ جانبازی اب وجد کی نیابت کے لیے ۔ اوراک احساسِ بے پایاں شہادت کے لیے

حور و غلماں کی نہ گلگشتِ جناں کی آرزو
تھی فقط ان کو حیاتِ جاوداں کی آرزو

۳۰

ایک دولہا موت کی بانہوں میں جا کر سو گیا ۔ ایک غازی نہر پر قبضہ جما کر سو گیا
اک جواں چھاتی پہ پھل برچھی کا کھا کر سو گیا ۔ ایک بچہ خوں اُگل کر مسکرا کر سو گیا

حُر کا آنا بھی تو جانے کا بہانہ بن گیا
آہ ، دشتِ کربلا سب کا ٹھکانہ بن گیا

۳۱

اے لبِ دریا! وہ کس کا استغاثہ تھا ، بتا! ۔ کربلا میں کون وقتِ عصر تنہا تھا ، بتا!
کس نے ھل من ناصراً کہہ کر پکارا تھا بتا! ۔ اور پھر وہ کس کا لاشہ کانپ اُٹھا تھا ، بتا!

علقمہ ، اے علقمہ ، اے علقمہ ، اے علقمہ!
کربلا ، اے کربلا ، اے کربلا ، اے کربلا

۳۲

خود کو جھولے سے گرایا تھا وہ کس معصوم نے؟ ۔ تیرِ سہ شعبہ چلایا کس شقی و شوم نے ؟
کس کو گودی میں اُٹھایا سیدِ مظلوم نے ؟ ۔ فاطمہ میداں میں آ ئیں کس گلے کو چومنے؟

کربلا کیوں کر یہ منظر دیکھ کر جیتی رہی
کیسے کیسے نازنینوں کا لہو پیتی رہی

۳۳

ذوالفقارِ حیدری سے قبرِ اصغر کھود کر ۔ شاہِ دیں تنہا کھڑے ہیں مضطر اور مضطر
نرغۂ کفار ہے اور بارشِ تیر و تبر ۔ کر چکا اتمامِ حجت کربلا کا شیرِ نر

ہاں حسین ابنِ علی اب تیغ کے جوہر دکھا
تھے جو صفین و جمل میں باپ کے تیور ، دکھا

_۳۴_

نیام کے اندر عجب شے تھی جو باہر آگئی   لشکرِ کفار پر اک قہر بن کر چھا گئی
اک گھٹا ہر سمت خوں کے دَونگڑے برسا گئی   بدحواسی میں جو بھاگے صف سے صف ٹکرا گئی
موت کی خیرات یوں فوجِ عدو میں بٹ گئی
دم میں راہِ شام و کوفہ ناریوں سے پٹ گئی

_۳۵_

تیغ کے جوہر سے خودوں کی چٹانیں پھٹ گئیں   جو بہت بڑ ہانکتی تھیں وہ زبانیں کٹ گئیں
خود پہ جن کو ناز تھا کوسوں وہ فوجیں ہٹ گئیں   پَل میں دوزخ اَٹ گئی کچھ اس قدر سر پٹ گئیں
پیکرِ صبر و تحمل بھی جلالی ہو گیا
لشکرِ روباہ سے میدان خالی ہو گیا

_۳۶_

دفعتاً میدان میں گونجی یہ مولا کی صدا   "ہے کوئی ہمدم، کوئی مونس، کوئی غم آشنا؟
اے حبیب ابنِ مظاہر، اے رفیقِ باوفا!   خوگرِ صبر و رضا کا زورِ بازو دیکھنا!
اے علیؑ اکبر، مرے شیرِ حجازی دیکھنا
خندق و خیبر کا فن عباسِؑ غازی دیکھنا"

_۳۷_

"اے رفیقو، ہے یہ شیرِ فاطمہ کا معجزہ   زورِ بازوئے علیؑ مرتضےٰ کا معجزہ
ہاں، ابوطالبؑ کے پوتے کی دعا کا معجزہ   احمدؐ مختار و ربّ دوسرا کا معجزہ
لشکرِ اعداء میں شورِ الاماں، تم نے سنا؟
آ رہی ہے لو وہ آوازِ اذاں، تم نے سنا!"

_۳۸_

"جنگ دیکھی اب عبادت کی گھڑی بھی دیکھ لو   غیظ کا عالم تو دیکھا عاجزی بھی دیکھ لو
اپنے مولا کی ادائے بندگی بھی دیکھ لو   ساتھیو! میری نمازِ آخری بھی دیکھ لو
عصرِ عاشورہ سے اک وعدہ نبھایا جائے گا
آج اک سجدے کو نیزے پر چڑھایا جائے گا"

۳۹

''تیغ بازو، شہسوار و مرحبا، صد مرحبا سرفروشو، جاں نثارو، مرحبا، صد مرحبا
عابد و شب زندہ دارو، مرحبا، صد مرحبا عرشِ اعظم کے ستارو، مرحبا، صد مرحبا
تم زمانے میں تمیزِ حق و باطل ہو گئے
اشرف الاشراف کے کنبے میں شامل ہو گئے''

۴۰

حق کی قرباں گاہ میں کچھ یوں قدم انکے گڑے جا کے پھر پلٹے نہیں اس شان سے غازی لڑے
اپنے نصب العین سے مخلص تھے سب چھوٹے بڑے موت پر یہ جا پڑیں یا موت اِن پر آ پڑے
تا قیامت شمع آزادی فروزاں ان سے ہے
اعتبارِ سرخیِ خونِ شہیداں ان سے ہے

۴۱

کربلا کی رازدار و نوحہ خواں نہرِ فرات آج بھی دوہرا رہی ہے قصۂ عزم و ثبات
اک سپاہِ مختصر، اک لشکرِ عرفانِ ذات غازیوں کا ایک دن اور عابدوں کی ایک رات
کس طرح آفاق کی پنہائیوں پر چھا گئے!
کس طرح بنیادِ ایوانِ امارت ڈھا گئے!

۴۲

کون جیتا، کون ہارا، ریگِ صحرا ہے گواہ کس کا ساحل پر ہے قبضہ، موجِ دریا ہے گواہ
صبرِ بے پایاں کی راہِ شام و کوفہ ہے گواہ ذوقِ سجدہ کا فرازِ نوکِ نیزہ ہے گواہ
طولِ تاریخِ اُمم اک جنگ ایسی ہو تو لاؤ!
جو کھلاڑی ہار کر جیتیں وہ بازی ہو تو لاؤ!

۴۳

خوابِ محلوں میں کبھی ڈھالے کبھی ڈھائے گئے دجلۂ خوں میں گلِ شاداب نہلائے گئے
مہرِ عالمتاب تھے یا شام کے سائے گئے شاہراہِ غم پہ لاکھوں قافلے آئے گئے
منتہا ہر آرزو کا، مدعا ہر آس کا
دامنِ شبیرؑ ہے یا ہے علم عباسؑ کا

۴۴_

بے نیازِ کاہشِ سود و زیاں ہے کربلا نازشِ تخلیقِ صدکون و مکاں ہے کربلا
رزمگاہِ حق و باطل کی اذاں ہے کربلا جاوداں ہے آدمیت، جاوداں ہے کربلا
کربلا تہذیبِ انسانی کے سر کا تاج ہے
فکرِ شائستہ پہ شاہِ کربلا کا راج ہے

۴۵_

داستانِ عشق کا روشن ورق ہے کربلا مطلعِ خونِ شہیداں کی شفق ہے کربلا
تشنہ لب فریاد کا اعلانِ حق ہے کربلا آگہی کا اوّل و آخر سبق ہے کربلا
قلبِ استکبار میں پیوست خنجر کی طرح
یومِ خندق ضربتِ مولائے قنبر کی طرح

۴۶_

دل کی ہر بیدار دھڑکن کربلا والوں کے نام درد کا ہر ایک بندھن، کربلا والوں کے نام
آرزو کا ہر نشیمن، کربلا والوں کے نام گھر کے چھت، دیوار آنگن، کربلا والوں کے نام
جو چمن اشکوں سے سینچے، کربلا والوں کے نام
شہرِ جاں کے در، دریچے، کربلا والوں کے نام

۴۷_

بعدِ عصرِ کربلا وہ بیکس و لاچار شام ابتدائے انتہائے ظلم جہل آثار شام
زینبؑ و کلثومؑ شام اور اور عابدؑ بیمار شام بے ردائی، بے نوائی، کوچہ و بازار شام
کربِ شامِ کربلا تا شامِ زنداں، الاماں!
رک گئی فرطِ الم سے نبضِ دوراں الاماں!

۴۸_

سیدِ سجادؑ امینِ عظمتِ خیر الملل جس کے سینے میں شرارِ عزمِ تسخیرِ اجل
جس کی راہوں میں فرازِ فکر و ناموسِ عمل جس کے پنجے میں مہارِ ناقۂ نورِ ازل
ہے طبیبِ قلبِ دوراں اور خود بیمار ہے
وہ حسینی قافلے کا قافلہ سالار ہے

۴۹۔

کربلا تک تھا شہیدانِ وفا کا امتحاں تھا ابھی باقی اسیرانِ بلا کا امتحاں
زینبؑ و کلثومؑ پر مشقِ جفا کا امتحاں عابدِ بیمار کے صبر و رضا کا امتحاں
عرصہ گاہِ عشق میں جو بچ گئے یا مر گئے
کربلا تا شام ساری منزلیں سر کر گئے

۵۰۔

شام تک کرب و بلا کی داستاں لے کر گئے قریہ قریہ، امتحاں در امتحاں لے کر گئے
مشعلِ پیغامِ ربِ دو جہاں لے کر گئے سیدِ سجاد زنداں میں اذاں لے کر گئے
اک ملامت کی گھٹا قصرِ شہی پر چھا گئی
گھن گرج خطبوں کی دربارِ یزیدی ڈھا گئی

۵۱۔

فخرِ احرارِ جہاں ہیں ان اسیروں پر سلام نوعِ انسانی کے ان روشن ضمیروں پر سلام
کامیاب و کامراں ہیں ان سفیروں پر سلام قلبِ استبداد میں پیوست تیروں پر سلام
خطبۂ بنتِ علیؑ ہے ردِ استکبار میں
ایک سناٹا ہے میرِ شام کے دربار میں

۵۲۔

''غور سے سن او یزیدِ بد سرشت و بدلگام! خود ترے ہاتھوں سے ٹوٹے گا تری نخوت کا جام
ہر اذاں کی شاخ پر چہکے گا میرے جد کا نام تا ابد ہم پر درود اور تا ابد ہم پر سلام
گنبد و مینار نہکیں گے ہمارے ذکر سے
منبر و محراب مہکیں گے ہمارے ذکر سے''

۵۳۔

''ہے ہماری فکر کی خوشبو کا یہ سیلِ رواں وجہِ تسکینِ مشامِ ہر زمان و ہر مکاں
ریگِ گرمِ کربلا ہے سجدہ گاہِ قدسیاں گلستاں در گلستاں در گلستاں در گلستاں
ناشرِ پیغامِ حق جو ہو وہ مر سکتا نہیں
تو حسینؑ ابنِ علیؑ کو قتل کر سکتا نہیں''۱؎

۱؎ خطبۂ حضرت زینبؑ دربارِ شام

۵۴

''سر بکف ابناء ہاشم زندۂ جاوید ہیں   اکبرؑ و عباسؑ و قاسمؑ زندۂ جاوید ہیں
تھی شہادت جن پہ لازم ، زندۂ جاوید ہیں   شبہ کے سب جانباز خادم زندۂ جاوید ہیں
کوچہ و بازار میں رسوا ہوا تو ، ہم نہیں
کربلا میں اپنے ہاتھوں مر گیا تو ، ہم نہیں''[1]

۵۵

''گر گیا تاریخ کی منڈی میں کتنا تیرا بھاؤ   اور گہرا کر لیا ہے تو نے ناکامی کا گھاؤ[2]
باپ دادا کے گڑے مُردوں کو کہتا ہے کہ آؤ!   میرے ہاتھوں اپنی رسوائی کو آکر دیکھ جاؤ[3]
کرم خوردہ ہڈیوں میں جان پڑ جائے گی کیا؟
پتھروں کو سینچنے سے فصل اُگ آئے گی کیا؟''

۵۶

''جبر کے سائے میں کربِ عیش و عشرت اور ہے   جان سے جا کر جیے جانے کی لذت اور ہے
نوکِ نیزہ پر جو ہوتی ہے تلاوت اور ہے   موت کی چیخ اور، گلبانگِ شہادت اور ہے
جلد کھل جائے گا جیتا کون، ہارا کون ہے
چشمِ حق بیں میں معزز کون رسوا کون ہے''

۵۷

''مالِ مخلوقِ خدا پر حق جتا کر ، کھا گئے   جو جہاں بھی مل گئی ہڈی، اُٹھا کر کھا گئے
چھین کر، چھپ کر، اکڑ کر، دندنا کر کھا گئے   جو شہیدوں کے کلیجوں کو چبا کر کھا گئے
تو کہاں بدلے گا اُن کی فطرتِ اوباش کو!
اپنے سینے میں سڑا رکھا ہے جن کی لاش کو!''

۵۸

''تیرے پُرکھوں کی امیری ختم ہو جانے کو ہے   عارضی یہ کر و فر بھی ختم ہو جانے کو ہے
ظلم کی یہ سینہ زوری ختم ہو جانے کو ہے   تم کو جو مہلت ملی تھی ختم ہو جانے کو ہے
اک عذابِ دائمی ہے ہمسفر تیرا ، یزید!
دیکھ وہ قلبِ جہنم میں ہے گھر تیرا، یزید!''

۱، ۲، ۳: خطبہ حضرت زینب، دربار شام

۵۹

او یزید سفلہ خو ، او اقتدارِ بے لگام ہے اسیرِ لعن و دشنام و ملامت تیرا نام
تاجدارِ کربلا ہیں سرورِ عالی مقام زینبِ اَبْ بنتِ علیؑ ہیں فاتحِ دربارِ شام
کاروانِ عشق کے نقشِ کفِ پا زندہ ہیں
اہلِ بیتِ مصطفےٰؐ تابندہ و پائندہ ہیں

۶۰

اٹ گئے ہیں گردِ ماہ و سال میں اہلِ ستم[1]! ہر صدی پر نقش ہے نامِ حسینؑ ذی حشم
زینتِ ہر بام ہے عباسؑ غازی کا علم موجزن ہے بزمِ ماتم میں شمیمِ اشکِ غم
آرزوئے سرنوشتِ نوکِ ہر خامہ حسینؑ
ہر نئے میثاقِ آزادی کا سرنامہ حسینؑ

۶۱

اے حسینؑ ابنِ علیؑ اے کجکلاہِ کربلا! محسنِ انسانیت ، عالم پناہِ کربلا!
تیرے ماتم دار ہیں گم کردہ راہِ کربلا! تشنگی کو ان کی ہے درکار چاہِ کربلا!
آنکھ میں آنسو تو ہیں ، پر روشنی ناپید ہے
موجِ خوں میں سوز و سازِ زندگی ناپید ہے

۶۲

لذت کام و دہن کا ہر دریچہ کھول دیں فقرِ سلمان و ابوذر کوڑیوں کے مول دیں
منفعت کوشی کے باتوں سے تدبر تول دیں منبر و محراب سے جو جی میں آئے بول دیں
افتراقِ دین و ملت کے بہم سامان ہیں
اُس پہ یہ دعویٰ کہ ہم شبیرؑ پر قربان ہیں

۶۳

دل میں ہلچل ہے کہ کہنی مار کر آگے بڑھیں میڈیا کی سرپرستی میں ہر اک سیڑھی چڑھیں
ریڈیو پر وہ سہی، ٹی وی پہ لیکن ہم پڑھیں انتشارِ فکرِ ملت دوسروں کے سر مڑھیں
ہاتھ میں جمہور کے اللہ کی رسی تھمائیں
اور قربانگاہ سے رسا تڑا کر بھاگ جائیں

۱۔ شیلے کی سانٹ "OZYMANDIAS" کا تاثر

۔۶۴۔

احسنِ اقوامِ عالم بس ہمیں ہیں دوستو؟ صفحۂ ہستی کا نقشِ دلنشیں ہیں دوستو؟
رشکِ مہر و ماہ ہیں، روشن جبیں ہیں دوستو؟ کیا نہیں خوش خوابیوں میں گم نہیں ہیں دوستو؟
جرمن و جاپان و امریکہ تو بس مزدور ہیں
ہاں، ہمیں چشم و چراغ ملّتِ مغفور ہیں

۔۶۵۔

کم سوادی، کم نگاہی، گمرہی کی انتہا علم و دانش سے ہماری بے رخی کی انتہا
حاملِ قرآن کے ذوقِ خودکشی کی انتہا! گردِ راہِ ارتقا ہیں، بے حسی کی انتہا
کیا اسی انداز سے باطل سے ٹکرائیں گے ہم؟
ہاں، اگر اب بھی نہیں سنبھلے تو مر جائیں گے ہم

۔۶۶۔

"غور کر اے صیدِ فتنہ، کشتۂ بغض و عناد ہیں فقط خرمستیاں یہ نعرہ ہائے زندہ باد
نوشِ جاں کر کے شرابِ عیش میں حق عباد مخملیں بستر پہ محوِ خواب ہے عزمِ جہاد
اپنے گرد و پیش یہ مدہوش خراٹے تو دیکھ
بڑھ رہے ہیں جو دبے پاؤں وہ سناٹے تو دیکھ"

۔۶۷۔

تلخ مضموں ہے مگر شیریں سخن یہ کون ہے؟ ہے خطابت میں بلا کا بانکپن، یہ کون ہے؟
سورما، ساونت، غازی صف شکن یہ کون ہے؟ نرم لہجہ شارحِ خلقِ حسنؑ، یہ کون ہے؟
صاف ظاہر ہے کوئی حق کا ولی ہے، دوستو!
یہ تو آوازِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے دوستو!

۔۶۸۔

میرا مولا اور مجھ سے گفتگو، قسمت مری! مجھ پہ نازاں ہے جہانِ رنگ و بو قسمت مری!
سامنے ہے حاصلِ ہر جستجو، قسمت مری! حبذا اے میرے حرفِ آرزو، قسمت مری!
پیش کر کے نذرِ آہ و اشک و ماتم، مانگ لیں!
دوستو! شبیرؑ سے شبیرؑ کا غم مانگ لیں!

ل: الجمعہ، آیت ۵

دوستو! شبیرؑ کا غم بحرِ ناپیدا کنار دوستو! شبیرؑ کا غم قلبِ ہستی کا قرار
دوستو! شبیرؑ کا غم دو جہاں کا غمگسار دوستو! شبیرؑ کا غم عرشِ اعظم کا وقار
ظلم کی شہہ رگ پہ حدِ صبر کی تلوار ہے
ہاں، یہ خلاقِ گدازِ جاں کا وہ شہکار ہے

۷۰

سینۂ آفاق کے ہر زخم کے مرہم، حسینؑ! جبر کے روندے ہوؤں کے مونس و ہمدم حسینؑ!
سرورِ آزادگاں، امید کے پرچم حسینؑ! تو ہمارا گوہرِ مقصود، تیرے ہم، حسینؑ!
تیرے در سے علم و حکمت کا وثیقہ چاہیے
آبرو مندانہ جینے کا سلیقہ چاہیے

۷۱

وہ سلیقہ، توڑ دے جو ہر غلامی کا قفس وہ سلیقہ، پھونک دے جو مزرعِ حرص و ہوس
موجِ خوں میں گھول دے جو لحنِ آزادی کا رس پا شکستہ حوصلوں کو دے جو گلبانگِ جرس
پر بریدہ فکر کو جو جرأتِ پرواز دے
جو حسینی عزم کی آواز پہ آواز دے

۷۲

وہ سلیقہ جس سے ہم گردن اُٹھا کر چل سکیں لشکرِ طاغوت میں ہلچل مچا کر چل سکیں
قصرِ نازِ سطوتِ شاہی کو ڈھا کر چل سکیں ہم حسینی ہیں زمانے کو جتا کر چل سکیں
فخرِ موجودات و نسلِ آدم و حوا ہیں ہم
پیروانِ دینِ شاہِ یثرب و بطحا ہیں ہم

۷۳

ہم حسینی ہیں ہمیں خطراتِ جاں کا خوف کیا! سر، گلا، چھاتی کہ شانے ہوں، زیاں کا خوف کیا!
بیکراں ہیں ہم تو سیلِ بے اماں کا خوف کیا! ہم حسینی ہیں، یزیدانِ جہاں کا خوف کیا!
شیر سینوں کے لیے برچھی کا پھل اکسیر ہے
سورما کا صید شہرگ ہی دمِ شمشیر ہے

شام کے زنداں کی پہلی بزمِ ماتم جاوداں　　چشمِ پُرنم جاوداں ،شبیرؑ کا غم جاوداں
عاشقانِ پنجتنؑ کی سعیِ پیہم جاوداں　　ہم، غلامانِ علیؑ مرتضیٰ ، ہم جاوداں

مصطفےٰؐ و مرتضےؑ و فاطمہؑ والے ہیں ہم
اکبرؑ و عباسؑ و شاہِ کربلا والے ہیں ہم

(۱۹۹۷ء)

یہ بھی ہے سُنتِ سرکارِ دو عالمؐ ، مولا
میری ہر عید میں شامل ہے ترا غم، مولا

حسب توفیق سبھی پیاس بُجھائیں گے مگر
خشک ہو گا نہ ترے ذکر کا زم زم، مولا

حسنین مہدی سید